از
قاضی اطہر مبارکپوری

دیار اعظم گڈھ کے چند غیر معروف مشائخ

آٹھویں صدی میں جونپور کی تاسیس ۷۷۲ھ کے بعد خصوصاً شرقی سلطنت کے قیام کے بعد دیار پورب کا قریہ قریہ علماء و مشائخ اور ارباب علم و فضل کا مسکن بن گیا جس میں موجودہ ضلع اعظم گڈھ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ اس سرزمین سے بہت سے ایسے علماء و مشائخ اٹھے اور یہیں آسودۂ خاک ہوئے جن کے نام و نشان کا پتہ نہیں ہے، اور تذکرہ و تراجم کی نادر و نایاب کتابوں میں کہیں کہیں ان کا ذکر ملتا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ تلاش بسیار کے بعد ان غیر معروف مشائخ میں چند حضرات کے نام اور مختصر حالات مل سکے ہیں جن کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ ان بے ترتیب اور منتشر تذکروں سے کچھ نہ کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

حضرت شیخ یوسف حسن چریاکوٹی ۸۲۲ھ

آپ علاقہ چریاکوٹ کے فاتح، اس کے بانی اور وہاں کے عباسی خانوادہ کے مورث اور جدّ اعلیٰ ہیں، ان کا تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے بحر زخّار میں اور خزینۃ الاصفیاء کے مصنف نے کیا ہے۔ نیز ایک قلمی کتاب جو چریاکوٹ کے کسی عالم کی تصنیف ہے اور فارسی زبان میں ہے، اس کے اوراق مجھے مل گئے تھے اور میں نے ان کو نقل کر لیا تھا، اس میں شیخ یوسف حسن کی چریاکوٹ میں جنگ اور اس کی تاسیس کا ذکر ہے، ان ہی مراجع سے ان کا تذکرہ مرتب کیا جا رہا ہے، تین کتابوں میں ان کا مختصر تذکرہ ہے مگر نواحی چریاکوٹ کی جنگ و فتح وغیرہ کی تفصیل دوسری جگہ نہیں ملتی ہے اس لئے ان کے ذکر خیر سے اس موضوع کی ابتدا کی جاتی ہے۔ شیخ یوسف حسن کی

دینی و روحانی عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلیؒ کے بھانجے حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے عزیز ترین مرید اور دو واسطہ سے حضرت شیخ عبداللہ شطاریؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ بحر زخار میں ان کا تذکرہ ان القاب سے شروع ہوتا ہے۔ "آں شجر بر بار نظامی و آں آب یافتہ انہار جامی و آں واقفِ اسرار القاسی، یوسف حسن عباسی چریاکوٹی، فرزند اعز الدین و خواہرزادہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی است"۔ حضرت شیخ نظام الدین کے محبوب ترین مریدوں میں سے تھے، شیخ نظام الدین ان پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے، ان کے علم و فہم کی وجہ سے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، ان کی رائے صوفیہ کے بارے میں اس قدر صائب تھی کہ کوئی بات ان کی روش اور قاعدہ کے خلاف نہیں کہتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کرنا چاہئے کہ ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء نزہۃ الارواح کا درس دے رہے تھے، اور ہر شخص کی عقل و استعداد کے مطابق مطلب بیان کرتے تھے، شیخ یوسف حسن نے ایک مقام کی ایسی تشریح کی کہ شیخ نظام الدین نے خوش ہوکر اپنا یہ دوہا سنایا۔

سات پانچ رِل نرہا بانچین بول کہیں تیاسی
ان سبھن میں سانچا پانچے یوسف حسن عباسی

ان کی وفات ۱۵ ررجب ۸۲۲ھ میں ہوئی۔ (بحر زخار)

شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ شیخ یوسف چریاکوٹی مشرب شطاریہ کے درویش تھے۔ ان کا حلقۂ ذکر عجیب ہوتا تھا، حلقہ کے درمیان عاشقانہ اشعار پڑھتے تھے، اور وجد میں آتے تھے تصوف و روحانیت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، دو واسطے سے شیخ عبداللہ شطاری سے نسبت رکھتے تھے۔ میرے والد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ان کو ذکر کی تلقین کی اس وقت ان کی اولاد دوآبہ کے بعض قصبات میں موجود ہے۔ (اخبار الاخیار ص ۲۳۶)

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ شیخ یوسف حسن عباسی چریاکوٹی، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے بھانجے اور عمر میں ان سے بڑے تھے، یہ دو بھائی تھے، دوسرے کا نام شیخ کمال الدین حامد تھا۔ شیخ نصیر الدین کبھی کبھی اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیاء سے اجازت لے کر اپنی ہمشیرہ محترمہ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

چریاکوٹی عالم نے بیان کیا ہے کہ شیخ کمال الدین حامد کا مزار اور خانقاہ حاجی مئو کا پنور میں ہے اور شیخ یوسف حسن شیخ اسماعیل کے نام سے مشہور ہیں، جن کا مزار موضع رسول پور پرگنہ چریاکوٹ میں ہے۔

سلطان محمد بن تغلق کے دور سلطنت میں شیخ یوسف حسن کو جاگیر عطا ہوئی، اس کے بعد انھوں نے ایک زبردست لشکر لے کر علاقہ چریاکوٹ پر حملہ کیا، یہاں چریا (چیرو) قوم کی بہت بڑی آبادی تھی، اور مٹی کا ایک مستحکم قلعہ تھا، یہ قوم سرکش اور ظالم تھی لوٹ مار اس کا پیشہ تھا اس کو زیر کرنے کے لئے یہ کارروائی ہوئی، اس قوم سے سلطانی لشکر کا سخت مقابلہ ہوا، باوجودیکہ چریا قوم بندوقوں سے جنگ کر رہی تھی سلطانی لشکر قلعہ کے دروازے تک پہونچ گیا مگر مقامی جنگ بازوں نے دروازہ بند کرا دیا، اس کے بعد سواروں کا ایک دستہ آیا جس نے قلعہ کو فتح کیا اور مقامی لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد شیخ یوسف حسن نے اس علاقہ میں امن و امان قائم کیا اور چریا قوم کے سرداران کے مطیع و معتقد ہوگئے، البتہ انھوں نے گذارش کی کہ ان کا نام باقی رکھا جائے۔ شیخ یوسف حسن نے ان کی اس خواہش پر اس بستی کا نام یوسف آباد عرف چریاکوٹ (چریا قوم کا قلعہ) رکھا، اس کے بعد اس پورے علاقہ میں اسلام اور مسلمانوں کو شان و شوکت حاصل ہوئی۔

مولوی نجم الدین چریاکوٹی نے یوسف آباد چریاکوٹ کے بارے میں کہا ہے۔

چریاکوٹ خوانندش عوامش ولیکن یوسف آباد ست نامش
فلک تا طرح این آباد بنہاد زخاکِ پاک جنت کرد بنیاد
چراغِ آسماں روشن زدودش زجنت می رسد ہر دم درودش

(تذکرہ علمائے ہند ص ۲۳۶) اعظم گڈھ گزیٹیر میں بھی چریاکوٹ کا اصل نام یوسف آباد بتایا گیا ہے۔

حضرت شیخ مبارک چشتی قدس سرہٗ

مولوی سید امام الدین نقوی گلشن آبادی برکات الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ آپ مشاہیر اولیاء کاملین متصرفین سے ہیں، عدن کے رہنے والے تھے، چشتیہ کی نعمت و خلافت رکھتے ہیں ۹۰۰ھ میں ہندوستان آئے، اور سکندرپور ضلع اعظم گڈھ میں سکونت اختیار کی، جب آپ کی بزرگی کی شہرت ہوئی اور خوارق عادات آپ سے ظاہر ہونے لگے، بادشاہ وقت

آپ کا معتقد ہوا، چند زمینیں انعام آپ کے اخراجات خانقاہ کے لئے مقرر کیں، ہزاروں لوگوں نے آپ سے فیوضات باطنی اخذ کئے ۱۰۱۶ھ میں آپ کا وصال ہوا، سکندر پور میں آسودہ ہیں، تاریخ

بزرگے در سکندر پور مشہور — قناعت پیشہ و در فقر مسرور
اگر سال وفاتش را بجوئید — "مبارک رفت" از دنیا بگوئید

شیخ تاج محمد حبشی آپ کے فرزند بھی بڑے صاحب علم و کمال تھے، ۱۰۴۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اپنے والد ماجد کے متصل آسودہ ہیں۔[1]

حضرت میر سید علاء الدین سہروردی ماہلیؒ

میر سید علاؤ الدین سہروردی حضرت میر سید علی قوام (میر علی عاشقاں) کے معاصر صاحب کمال بزرگ تھے۔ شاہ محسن الزمان متوطن نور پور نواح ماہل کا بیان ہے کہ ان کا مزار قریہ مذکورہ میں ماہل کے علاقہ میں ہے، آپ قریہ مذکورہ میں اس کے ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے تو وہاں کے[2] کافر زمیندار نے خس و خاشاک جمع کر کے اس درخت کو آگ لگا دی، آپ نے کہا کہ یہ تدبیر بھی فقیر کے یہاں رہنے کی تدبیر ہے، اس جلے ہوئے درخت کی راکھ جہاں تک جائے گی وہاں تک فقیر کا عمل دخل ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا (بحر زخار کے مصنف وجیہ الدین اشرف کا بیان ہے کہ) آج تک کہ ۱۲۰۱ھ ہے ایک کروہ تک اس علاقہ میں جنگل ہے، اور روز بروز یہ جنگل بڑھتا جا رہا ہے، شیر شاہ سوری ایام طفولیت میں اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خصوصی توجہ چاہی، اور ہندوستان کی بادشاہی کا متمنی ہوا۔ خدا کی شان کہ آخر ایسا ہی ہوا اور شیر شاہ دہلی کا بادشاہ ہوا۔ (بحر زخار ص۵۴۷)

حضرت شاہ راجہ اعظم ماہلیؒ

ان کا تذکرہ ان القاب سے شروع ہوتا ہے احوالِ آں ممالک کمال را سرور آں اقلیم کرامت را افسر آں اکمل خلفائے رشد خواجہ حضرت شاہ راجہ اعظم سلطان سید اشرف جہانگیر کے خلیفہ ہیں

---

[1] برکات الاولیاء ص ۹۲، ۹۳، افضل المطابع دہلی ۱۳۲۳ھ

[2] کافر زمیندار نے کئی بار وہاں پر قیام سے منع کیا مگر آپ وہاں سے نہ ہٹے،

ان کا مزار ماہل میں ہے روضہ میں سرہانے کی دیوار میں شگاف ہے، کہتے ہیں کہ شاہ راجہ اعظم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت کے بعد اس راستہ سے باہر جائے گا اس پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ ان کے مرقد سے ظاہری و باطنی تصرفات جاری ہیں۔ ان کو راجہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ چند محال کے زمیندار تھے، جذبۂ حق کا غلبہ ہوا تو اس کو چھوڑ کر سلطان سید اشرف جہانگیر سے بیعت ہو گئے اور ان کی تلقین و تربیت سے مرتبۂ ولایت کو پہنچ گئے، اس کے باوجود سید اشرف نے ان کے قدیم لقب "راجہ" کو موقوف نہیں کیا، اسی بنا پر اس لقب سے مشہور ہیں۔ کرامات الاولیا میں ہے کہ ایک مرتبہ سید اشرف جہانگیر ابراہیم مجذوب کی ملاقات کو گئے، شاہ راجہ اعظم بھی ان کے ہمراہ تھے، مجذوب نے کھانا پیش کیا اور شاہ راجہ اعظم سے کہا کہ تم بھی کھاؤ چونکہ ان کے مرشد نے کہا تھا کہ تم تارک نماز کی ہمسائگی بھی قبول نہ کرنا اس لئے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تارک نماز کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا، اس پر مجذوب کو غصہ آیا اور شاہ راجہ پر حملہ کرنا چاہا، سلطان سید اشرف نے معذرت کر کے بیچ بچاؤ کیا، اور وہاں سے اٹھنے کے بعد شاہ راجہ سے کہا کہ مرید کو مرشد کے ارشاد پر ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ البتہ موقع محل کا لحاظ ضروری ہے۔ (بحر زخار ط۳۴۹، ص۳۵۰)

حضرت شاہ منصور میٹھولیہ

شیخ وجیہ الدین اشرف ان کا تذکرہ یوں شروع کرتے ہیں۔ "احوال آں صاحب کشف و کمال، آں باظہار کرامت عدیم المثال، آں بہ نمائش خرق عادات معمور مشہور روزگار حضرت شاہ منصور" تسبیح گردانی کی کثرت کی وجہ سے ان کو منصور میٹولیہ کہتے ہیں، ان کا وطن اصلی جونپور ہے اور شاہجہاں آباد (دہلی) کے محلہ بجے منڈل میں رہتے تھے، خانوادہ قادریہ میں شیخ عبداللہ بھٹوی کے مرید اور مخدوم جہانیاں سید جلال حسین بخاریؒ کی کی روحانیت سے فیض یافتہ صاحب فضل و کرامات اور با برکت بزرگ تھے، ابتدا میں متاہل نہیں تھے، اور نہ کوئی ذریعہ معاش رکھتے تھے، مخدوم جہانیاں کے روحانی اشارہ پر اپنے وطن اصلی جونپور سے ضلع اعظم گڈھ میں چھ سو بیگھہ بنجر زمین خرید کر جہانیاں پور کے نام سے بستی بسائی اور باقی زمین زراعت کر کے متاہل زندگی اختیار کی۔

یہ ان کی عجیب کرامت ہے کہ اس بنجر زمین میں زرخیز زمین سے بہتر پیداوار ہوتی ہے بلکہ

ایک مرتبہ زعفران بھی اُگا تھا، کسی حاکم کو یہ ہمت نہیں تھی کہ اس زمین کی لگان ان کے فرزندوں سے طلب کرے۔ جس نے اس زمین کی ضبطی کا ارادہ کیا اس کا ہاتھ سوکھ گیا اور جس نے اس قسم کی بات کی اس کو لقوہ کی بیماری ہوگئی۔

شاہ منصور کا مزار جہانیاں پور میں زیارت گاہ خلائق ہے، ان کے خلفاء میں یہ چار حضرات ترک و تجرید، عشق و صفا اور علوئے مقامات میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔ (۱) شاہ محمد مکی کا مزار جونپور میں ہے (۲) شاہ فانی کا مزار برساہٹہ؟ میں ہے (۳) شاہ بالا کا مزار نواح بغداد میں ہے اور (۴) شاہ سمرن کا مزار بھی سواد بغداد میں ہے۔ (بحر زخار صہ ۵۳۶)

میر سیّد حمید الدین محمد آبادیؒ

حضرت میر سید حمید الدین بن سید تاج الدین بن سراج الدین بن سید کمال الدین بن سید محمود بن سید اجل ترمذی محمد آبادی سلطان ابراہیم شرقی کے دور حکومت (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) میں تھے، محمد آباد میں سکونت رکھتے تھے قاضی شہاب الدین دولت آبادی، میر سید صدر جہاں اجمل اور مخدوم سید اشرف جہانگیر کے معاصر تھے، ان کے پانچ لڑکے تھے۔ (۱) سید محمد (۲) سید حسن (۳) سید محی الدین (خلیفہ دیوان محمد رشید جونپوری (۴) سید پھول (۵) سید میرانؒ یہ سب کے سب صاحبِ اولاد تھے (بیاض شاہ اجمل الہ آبادی) شاہ میران جان خلف اکبر سید شاہ علی جعفر نے اپنی کتاب تکملۂ وفیات الاعلام میں لکھا ہے کہ حادثہ غدر ۱۸۵۷ء سے چند روز قبل میں اپنے چچا شاہ امین الدین قیصر کے صاحبزادے برادر عزیز شاہ محمد علیم کی شادی کی تقریب میں ولید پور گیا تھا، وہاں سے محمد آباد دو فرسنگ پر واقع ہے، درمیان میں ٹونس ندی جاری ہے، مقصد اپنے دادا میر سید حمید الدین کے مزار کی زیارت تھا، حکیم صاحب موصوف اس وقت زندہ تھے، ان سے قبر کا نشان معلوم کیا جو حکیم صاحب کے مکان سے دو میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں پہونچ کر اپنے دادا کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوا۔

سیّد خان محمّد آبادیؒ

سید خان محمد آبادی اور محمد آباد کے دیگر اہل علم کا تذکرہ ایک واقعہ کے ضمن میں مشکوٰۃ النبوت تصنیف سید علی موسوی حیدر آبادی میں میر سید اشرف جہانگیر کے ذکر میں ہے کہ وہ اپنے پیرو مرشد شاہ علاؤالدین کے حکم سے جونپور (کچھوچھہ)

آئے۔ ایک مرتبہ وہاں سے قصبہ محمد آباد گئے اور وہاں کے علماء کی ایک جماعت ملاقات کے لئے آئی۔ اثنائے گفتگو ایک رسالہ کی بات نکلی جس کو سید اشرف جہانگیر نے خلفائے راشدین کی منقبت میں لکھا تھا، سب لوگوں نے اس کے دیکھنے کی خواہش کی، ملّا حسین کتابدار نے سید اشرف کی اجازت سے وہ رسالہ لوگوں کو دیا، جب علماء نے دیکھا کہ اس رسالہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب دوسرے خلفاء رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہیں تو ان سے بحث و مباحثہ میں سخت رویہ اختیار کیا، سید اشرف نے معقولی و منقولی انداز میں سمجھایا مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی، اور واپس جاکر سید اشرف کی نسبت رفض کی طرف کی اور ایک استفتاء تیار کیا تاکہ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ اس کو پیش کریں۔ سید خان نہایت عقلمند اور سرآمدگان فضلاء تھے، انہوں نے خواب دیکھا کہ سید اشرف جیسا کوئی نہیں ہے جس کو خاطر میں لایا جائے، اور ان سے مقابلہ کرسکے، اگر دارین کی خیریت چاہتے ہو تو توبہ کرکے ان سے معذرت کرو، سید خان نے صبح کو پریشان حال سید اشرف کی خدمت میں ہو کر عرض کیا کہ استفتاء کا جواب میں دوں گا، آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ نماز جمعہ کے بعد جب استفتاء پیش کیا گیا تو سید خان نے سید اشرف سے کہا کہ لوگوں کے خیال میں آپ کی غلطی یہ ہے کہ رسالہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت تھوڑی زیادہ ہے۔ سید اشرف نے اس کا اقرار کرلیا، اس پر سید خان نے کہا کہ یہ غلطی غیر سید کی طرف سے ہو تو قابلِ گرفت ہے نہ سید سے، اگر کوئی آدمی اپنے ماں باپ کی تعریف میں غلو کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ سن کر علماء نے ان سے کہا کہ اس کی دلیل بیان کریں، سید خان نے کتاب جامع العلوم سے یہ عبارت پیش کی الناس ابناء الدنیا ولا یُلام الرجل علی حبّ ابویہ وبمدحهما۔ یعنی لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے بیٹے ہیں اور کسی شخص کو اپنے والدین کی محبت اور ان کی تعریف پر ملامت نہیں کی جاسکتی ہے، اس کے بعد تمام معترضین خاموش ہوگئے، اور تمام لوگوں نے سید اشرف سے معذرت کی، سید اشرف نے سید خان کو اولاد کی بشارت دی۔ (مشکوٰۃ النبوت قلمی ص ۱۱۹) مخطوطہ میں قصبہ محمد آباد کے بجائے قصبہ محمد پور ہے مگر دیگر مراجع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قصبہ محمد آباد کا ہے۔

مولوی سیّد عبدالکریم

مولوی سید عبدالکریم بن مولوی سید برکت علی کا سلسلۂ نسب چار واسطہ سے شاہ نثار علیؒ سے ملتا ہے ۱۲۴۶ھ میں ظفرآباد

میں پیدا ہوئے اور نشو ونما اعظم گڈھ میں ہوئی اور مدفن بھی یہیں ہے، والد مولوی سید برکت علی کے زیر تربیت میں فارسی کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی، اس کے بعد عربی کی تعلیم شرح تہذیب تک مولوی ساجد علی محمد آبادی سے پائی، شرح جامی سے شرح وقایہ تک مولوی ولی محمد سے، ملا جلال اور حاشیہ میر زاہد مولانا سخاوت علی سے پڑھکر ملا فقیر شاہ کابلی سے سند فراغت حاصل کی۔ قرأت قاری نور محمد سے پڑھی اور مشق کی، قرآن شریف بہت خوش الحانی اور درد انگیز آواز سے پڑھتے تھے۔ خانوادۂ قادریہ نقشبندیہ میں قاضی عنایت حسین چریا کوٹی سے بیعت تھے، بہترین خطاط اور خوشنویس تھے، عربی و فارسی نظم ونثر میں مہارت تامہ رکھتے تھے، شاعری میں صوفی تخلص تھا، اشعار میں فصاحت، بلاغت اور بدائع وصنائع کا اہتمام کرتے تھے، اور لفظی ومعنوی رعایت پر خاص توجہ دیتے تھے، نہایت جوان صالح اور ذی استعداد عالم تھے، فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا، افسوس کہ جوانی ہی میں چھبیس سال کی عمر میں آٹھ محرم ۱۲۷۰ھ میں انتقال فرمایا، ان کی خام قبر اعظم گڈھ باغ عیدگاہ میں ہے"۔ (تجلی نور ج ۲ صفحہ ۱۱ تا ۱۹)

قاضی نور اللہ گوپال پوریؒ اور ان کے بھائی قاضی خوب اللہؒ

مغل دور میں پرگنہ گوپال پور پرگنہ سگڑی کے مغرب میں تھا جس سے متعلق بہت سے گاؤں اور دیہات تھے، جن میں قاضی سرائے شیخو پور، غلوہ نصیر الدین پور بلریا گنج وغیرہ تھے۔ یہاں دو بزرگ اور عالم قاضی نور اللہ اور ان کے بھائی قاضی خوب اللہ گذرے ہیں، جن کا مختصر حال حضرت شاہ ابو الغوث گرم دیوان کے پردادا شاہ اسماعیل بن شاہ ابو الخیر بھیروی (ولادت ۹۲۰ھ اور وفات ۱۰۰۶ھ) کے ذکر میں شمس الدین حیدری نے مناقب غوثی میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب شاہ ابو الغوث گرم دیوان بھیروی لہراویؒ کے حالات میں فارسی زبان میں ہے، شیخ شمس الدین حیدری مصنف مناقب غوثی لکھتے ہیں کہ راقم الحروف ایک تقریب میں قصبہ گوپال پور گیا تھا، اتفاق سے اس جگہ قاضی نور اللہ سے ملاقات ہوئی جو کہ مرد صادق تھے، باتوں باتوں میں قاضی صاحب نے بتایا کہ میں حضرت مخدوم شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، انہوں نے انتہائی توجہ کا مظاہرہ فرمایا اور کہا کہ قاضی خوب اللہ نے بڑی محنت سے علم حاصل کیا ہے التعجب ہے کہ اس دیار ناپرساں میں کوئی

شخص ان کا قدر شناش نہیں ہے، پھر فرمایا کہ میرا خیال ہوتا ہے کہ شیخ خوب اللہ کو بلا کر حاکم وقت سے کہوں کہ ان کے حالات کی درستگی پر پوری توجہ کرے، اگر وہ ان کی خدمت کرنے میں توقف کرے تو بادشاہ وقت سے کہوں کہ ان کے لئے وجہ معاش کے طور پر وظیفہ مقرر کردے، شاہ اسمٰعیل کی باتوں پر میں نے سوچا کہ دیکھنا چاہئے کہ ان کی باتوں کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ چند دن کے بعد راجہ عظمت خاں نے بڑی آرزو سے شیخ خوب اللہ کو اپنے یہاں عظمت گڈھ میں طلب کرکے ان کا وظیفہ مقرر کردیا، مگر کچھ دنوں کے بعد وظیفہ میں کمی کردی، اور شیخ خوب اللہ برداشتہ خاطر ہوکر شاہجہاں آباد (دہلی) چلے گئے، اور سلطان وقت نے ان کے احوال وکمالات پر مطلع ہوکر تعمیر احوال پر پوری توجہ دی، اور شیخ خوب اللہ بڑے سکون واطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ شیخ نور اللہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد مجھ کو شاہ مخدوم اسمٰعیل کی باتیں یاد آئیں اور ان کی تصدیق ہوگئی۔

قاضی نور اللہ نے دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اپنے بھائی شیخ خوب اللہ کے ہمراہ حضرت مخدوم شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں حاضر ہوا اور فوری ضرورت کی وجہ سے جلد واپس ہونے لگا اور جب رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ فقیر کے یہاں نان خشک ملے گی، آگے جاکر عمدہ عمدہ غذا ملے گی، میں نے سوچا کہ حضرت مخدوم کی بات صحیح ہوگی اگرچہ یہاں سے گھر تک کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں خشک روٹی بھی ملے، عمدہ عمدہ غذا کہاں ملے گی، راستہ میں اتفاق سے ایک شخص ملا جس نے خبر دی کہ شیخ چھتن جونپوری ایک تقریب میں محی الدین پور تشریف لائے ہیں، (موضع محی الدین پور ولید پور بھیرا کے قریب واقع ہے) میں نے اپنے بھائی خوب اللہ سے کہا کہ مولوی صاحب کی خدمت میں چلنا چاہیئے۔ میں نے مدتوں ان سے فیض پایا ہے، چنانچہ ہم دونوں مولوی صاحب کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے اور جب ہم وہاں پہونچے تو مولوی صاحب کے سامنے سفرۂ ضیافت بچھایا جارہا تھا۔ ہم نے بھی عمدہ اور لذیذ غذائیں تناول کیں، سبحان اللہ مخدوم اسمٰعیل کے تصرفات کی کوئی حد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو روشن کرامتیں عطا فرمائی ہیں (مناقب غوث قلمی) ان دو واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی نور اللہ اور قاضی خوب اللہ دونوں بھائی گیارہویں صدی کے مشرقی دیار کے علماء ومشائخ میں تھے۔ اور علماء ومشائخ سے انکے گہرے تعلقات تھے، خاص طور سے مخدوم اسمٰعیل بھیروی ان پر خصوصی توجہ اور نظر رکھتے تھے، شیخ شمس الدین نے قاضی نور اللہ کو مرد صادق لکھا ہے اور مخدوم اسمٰعیل نے

قاضی خوب اللہ کے بارے میں کہا کہ "قاضی خوب اللہ تحصیل علم مجد نہایت نمود، عجب کہ درین دیار ناپرساں کسے قدرشناس دے نیست" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد و دیار کے مشہور عالم دین تھے، اور عظمت گڈھ کے بعد دہلی گئے تو ان کے علمی جوہر کی قدرشناسی ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ مشہور قومی رہنما قاضی کلیم الرحمٰن مرحوم ممبر اسمبلی یوپی کے مورث اعلیٰ ہیں۔

شیخ محمود قریشی بائیسی مبارکپوری رح

شیخ محمود قریشی بائیسی مبارکپوری شاہجہانی اور جہانگیری دور سلطنت میں مبارک پور کے رئیس اعظم اور بہت بڑے زمیندار و جاگیردار تھے۔ بائیس گاؤں کے مالک تھے۔ ساتھ ہی مشیخت و بزرگی سے حصۂ وافر رکھتے تھے، تعجب ہے اعظم گڈھ ڈسٹرکٹ گزیٹیر میں ان کا ذکر نہیں ہے جبکہ ان کی زمینداری کا ذکر مبارکپور خاص کے نام سے موجود ہے، وہ مولانا شاہ ابوالخیر بھیروی متوفی ۱۰۵۹ھ کے خسر تھے، جو شاہجہاں کے درباری علماء و مشائخ میں سے تھے اور شیر و شکر نامی کتاب کے مصنف تھے۔ شمس الدین حیدری نے مناقب غوثی میں ان کے حال میں لکھا ہے۔

سہ زنی در سلک ازدواجش درآمدہ بودند، اول دختر شیخ عبداللہ کہ از فرزندان قدوۃ العارفین شیخ اسماعیل قدس سرہ بود، دیگر دختر شیخ محمد اخت ملا محمود جونپوری، اما ازاں صدف گوہرے بساحل سلامت نرسید، دیگر دختر شیخ محمود قریشی المعروف بائیسی مبارکپوری ازو ہم فرزندے باقی نماند۔ (مناقب غوثی باب ہشتم)

شاہ ابوالخیر کے تین بیویاں تھیں، پہلی دختر شیخ عبداللہ جس سے شیخ اسماعیل پیدا ہوئے، دوسری دختر شیخ محمد ملا محمود جونپوری کی بہن، ان سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور تیسری دختر شیخ محمود قریشی جو کہ بائیسی مبارک پوری کے نام سے مشہور تھے، ان سے بھی کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

شیخ محمود قریشی پانچ قلعہ کے مالک تھے، جن میں سے ایک جامع مسجد راجہ صاحب کے جنوب میں تھا، اس کے پاس خندق نامی گڑھی اب تک موجود ہے اور ایک قلعہ املو میں تھا، وہاں ان کے نام سے محمود پورہ ایک محلہ ہے۔ ان کے دو بیویاں تھیں، ایک بیوی کی اولاد کو نور پور حاجی سرائے کا علاقہ دیا جس میں چک احمد (چکیا) نور پور، آدم پور، پیارے پور وغیرہ گاؤں ہیں اور دوسری بیوی کی اولاد کو نور بیوتات کا علاقہ دیا جو مبارکپور کے مشرق میں ہے، اسی میں مبارک پور

کالج ہے سرکاری کاغذات میں یہ دونوں علاقے اپنے ان ہی ناموں سے ابتک درج کئے جاتے ہیں۔ آخری دور میں ان کی اولاد میں شیخ گدا حسین مشہور رئیس و زمیندار تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

شیخ محمود قریشی راجہ اعظم خاں کے معاصر تھے اور دونوں میں رقابت رہا کرتی تھی، حتی کہ راجہ اعظم خاں نے ایک بہانہ سے ان کو دریائے ٹونس کے اس پار اپنے علاقہ میں بلا کر قتل کر دیا، اور ان کی اولاد پر بڑا ظلم و ستم کیا جس کی وجہ سے وہ املو کے قلعہ میں روپوش ہو گئے تھے، اور لوگ ان کا پتہ بتانے سے ڈرتے تھے، وہاں ابتک یہ مثل مشہور ہے "کون کہے کون بیری ہو، محمود کے بیٹے کوٹھے پر" شیخ محمود قریشی کی قبر دریائے ٹونس کے کنارے لکرہٹا کے پاس ہے، وہاں کے نالے کو عوام "سیکھُد کا نالہ" کہتے ہیں جو شیخ محمود کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

شیخ عبدالحکیم خاں صدیقی

امیر تیمور کی یلغار میں جو اہل علم و فضل ولایت بالا سے ہندوستان آئے، ان میں ایک بزرگ شیخ عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے وہ اپنے خاندان کے اٹھارہ لڑکوں اور جوانوں کے ساتھ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دور سلطنت (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) میں جونپور تشریف لائے، جو ان دنوں سلطان موصوف کی وجہ سے دہلی ثانی اور دارالعلوم بنا ہوا تھا۔ سلطان ابراہیم نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھ کر ان کی پذیرائی کی اور ان کے لئے بہتر سے بہتر انتظام کیا، گذر بسر کے لئے جاگیر دی، شیخ صاحب کے فضل و کمال کی وجہ سے سلطان کا اعتماد ان کے بارے میں روز بروز بڑھتا گیا اور وہ مقربین بارگاہ سلطانی میں شمار ہونے لگے، صاحبزادگان پختگی عمر کو پہونچ کر رزم و بزم میں سلطان کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، حتٰی کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ان کی خدمات جلیلہ کی وجہ سے خان کے خطاب سے نواز کر نتھو پور (سپاہ گھوسی) اور دیگر قرب و جوار کے چند پرگنہ جات کی مدار المہامی کا پروانہ عطا کیا، شیخ عبدالحکیم نے اپنی صلاحیت و قابلیت سے اپنے حلقۂ امارت و حکومت کا بہترین انتظام کر کے مجھولی سے بہار تک کا علاقہ شرقی سلطنت کے زیر نگیں کیا، جو اب تک شرقی سلطنت میں شامل نہ تھا اور سلطان کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا، شیخ صاحب کی ان خدمات جلیلہ سے سلطان بہت خوش ہوا، سلطان حسین شاہ شرقی کے

زمانہ تک شیخ صاحب نہایت کامیابی اور نیک نامی سے مدار المہامی کے فرائض انجام دیتے رہے مگر جب سلطان حسین شاہ کو سلطان سکندر لودھی ؒ لودھی امراء وحکام کے زیر تصرف آئی۔ اور شیخ عبدالحکیم معزول کردیئے گئے۔ اس انقلابی دور کے عزل ونصب اور انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقامی غیر مسلموں نے مور وملخ کی طرح ہر طرف سے جمع ہوکر جنگ وجدال کا بازار گرم کیا۔ شیخ عبدالحکیم بھی مع فرزندان واعوان وانصار کے ان کے نرغے میں پڑ گئے اور بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ؒ نے شکست دی اور جونپور کی سلطنت ......

شیخ فتح خاں اولیاءؒ

شیخ فتح خاں اولیاء، بن شیخ عبدالحکیم خاں صدیقیؒ اس معرکہ کے بقیۃ السلف ہیں۔ ان کے بارے میں مناقب غوثی کے مصنف کا بیان ہے کہ اس حادثہ سے پہلے ہی وہ جہاد اصغر کی رعایت کرتے ہوئے جہاد اکبر کے صدر نشین تھے۔ نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ ماسوی اللہ سے بے تعلق تھے ان کی ذات بابرکات طبقۂ صوفیہ کے اشغال واعمال کا مجموعہ تھی، اپنے زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، ستر کرامت کے باوجود ان سے عجیب وغریب خوارق کا ظہور ہوا۔ یہاں تک کہ ان کا خطاب اولیاء پڑ گیا۔ اسی لئے ان کو فتح خاں اولیاء کہتے ہیں۔ آخر دم تک خدا پرستی وخدارسی میں زندگی بسر کی، اور نتھوپور میں انتقال کیا۔

شیخ میر خاںؒ

ان کی اولاد میں شیخ میر خاں صدیقیؒ حضرت شاہ ابوالغوث گرم دیوان فاروقی لہراویؒ کے نانا ہیں، نہایت شان وشوکت کے بزرگ تھے، بڑے جاہ وحشم اور منصب کے آدمی تھے۔ امارت اور ریاست کے باوجود دنیا سے بے تعلق رہ کر عبادت وریاضت میں زندگی بسر کی، نتھوپور عرف سپاہ میں سکونت رکھتے تھے۔ (مناقب غوثی باب ہشتم قلمی)

حضرت مخدوم شیخ ابراہیم دانشمند محمد آبادیؒ

شیخ مخدوم ابراہیم دانشمند حضرت شیخ جمال الدین احمد خطیب حنفی ہانسوی مرید خلیفہ گنج شکر کی اولاد میں سے ہیں، شرقی سلطنت جونپور کے دور میں قصبہ محمد آباد گوہنہ میں سکونت اختیار کی، اکبر بادشاہ تسخیر بنگالہ کے سفر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان کی زبان سے فتح کی بشارت سنی تھی، ان کے خوارق وکرامات مشہور ہیں۔

شیخ مخدوم ابراہیم کا مزار محمد آباد کے پاس موضع کھرانٹی میں ہے، کسی زمانہ میں ۸ صفر کو ان کا عرس ہوتا تھا۔ مخدوم شیخ بڈھن ساکن ایچولی (ضلع غازی پور) ان کے خلفائے کاملین میں سے ہیں۔
(مرأۃ الاسرار قلمی از شیخ عبدالرحمٰن چشتی)

مولوی کرامت علی متولی محمد آبادی

ان کا وطن اصلی محمد آباد گوہنہ ہے سید حمید الدین محمد آبادی کی اولاد سے ہیں اثنا عشری شیعہ تھے، کجگاؤں ضلع جونپور میں رشتہ داری تھی، وہیں نشو ونما ہوئی، صرف ونحو اور متوسطات کی تعلیم مولوی ذاکر علی جونپوری سے حاصل کی، معقولات مولوی ولی اللہ فرنگی محلی لکھنوی سے اور اصول فقہ مولوی نادر علی لکھنوی سے پڑھا علمائے عرب وعجم سے علمی فیض اٹھایا، ان کی تصانیف میں اردو میں ایک رسالہ ماخذ علوم ہے اور فارسی میں رسالہ عروض وقوانی ہے، شاہ ایران فتح علی شاہ کے عہد میں مشہد کے مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دی۔ پھر زرید میں انگلشیہ میں میر منشی اس کے بعد اجمیر میں صدر امین ہوئے، آخر میں امام باڑہ ہوگلی کے متولی بنائے گئے اور تنخواہ ساڑھے نو سو ہوئی۔ ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا اور امام باڑہ حاجی محسن ہوگلی میں دفن کئے گئے۔ (تجلی نور ح۱ ۱۲۶)

حضرت شیخ ظہیر الدین محمد آبادیؒ

شیخ مخدوم ظہیر الدین صدیقی محمد آبادی متوفی ۲۷ ذی الحجہ ۷۴۵ھ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تاج پور سارن (بہار) میں ہوئی تھی کچھ دنوں حکومت وقت سے منسلک رہ کر حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانیؒ کی خدمت میں پہونچے اور ان سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کرکے دیار پورب کا رخ کیا اور محمد آباد گوہنہ میں اقامت اختیار کی، اس وقت تغلق خاندان حکمراں تھا۔ ان کا مزار محمد آباد اور خیر آباد کے درمیان شاہراہ کے شمال میں ایک ٹیلے پر ہے جہاں مسجد بھی ہے، اس مقام کو روضہ کہتے ہیں۔ ان کی اولاد میں آگے چل کر ایک بزرگ پیرزادہ محمد ماہ نے املو (مبارک پور) میں سکونت اختیار کی، اور حکومت وقت کی طرف سے رسول پور، موضع ملک پور شدنی، اور موضع رسول پور بیورا (کھٹورا) کی جاگیر عطا کی گئی۔ ۱۸۳۶ء کے سرکاری کاغذات میں اس جاگیر کا تذکرہ ہے، ان کا مزار غالباً رسول پور بیورا میں ہے اور مبارک پور کے پورہ دلہن کے شمال مشرق میں پیرزادے کے نام سے

بقیہ ص[illegible] پر

(باقی صـ۱۹ کا)   دیار اعظم گڈھ کے چند غیر معروف مشائخ

مشہور ہے۔ ماضی قریب میں پیرزادہ خاندان میں شاہ مقصود عالم اور شاہ رشید عالم نامور شخص گذرے ہیں، شاہ مقصود عالم کے لڑکے مولانا حکیم شاہ فیاض عالم مولانا عبدالعلیم صاحب رسولپوری کے شاگرد تھے۔ اسی خاندان سے شاہ مخدوم عالم تھے۔ جن کے دو لڑکے ظہور عالم اور علی بخش تھے، موخرالذکر کی اولاد سارین (اہردلہ) میں ابتک موجود ہے۔

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری

سالانہ چندہ
ہندوستان سے
۶۰ روپے
قیمت فی پرچہ ۵/-

جلد ۔ ۱

ذیقعدہ سنہ ۱۴۱۶ھ مطابق مارچ سنہ ۱۹۹۶ء

شمارہ ۔ ۳

کتابت : افتخار احمد پریا راے مئو
طباعت : سرفراز آفسٹ پریس مئو

فہرست

عنوان	مضمون نگار	صفحہ
ملفوظات	مولانا اعجاز احمد اعظمی	۲
دیار اعظم گڑھ کے چند غیر معروف مشائخ	قاضی اطہر مبارکپوری	۷
تلاوت قرآن	حضرت شیخ عبد الرزاق جھنجھانوی	۲۰
کیا کثرت عبادت بدعت ہے؟	مولانا اعجاز احمد اعظمی	۲۴
قرآن کی ایک معجزانہ شان	عبد الرب اعظمی	۳۶
مدارنجات	مولانا ضیاء الدین قاسمی	۴۱
باب الاستفسار	مولانا اعجاز احمد خیرآبادی	۴۵
مولانا محمد امانت اللہ صاحب معروفی		۴۷